سوال

(50) مسئلہ خلق قرآن کے متعلق

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسئلہ خلق قرآن ک متعلق میرے عنایت فرما کچھ کہتے رہتے ہیں۔ لہذا میں اعلان کرتا ہوں کہ مسئلہ ہذا میں ہیں وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو امام بخاری کا ہے۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری جلد 1 ص 119)

از مولانا محمد صاحب مرحوم۔۔۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کی عزت و وقعت دوبالا کرے۔

تشریح

باب ما جاء فی تخلیق السموات والارض وغیرہا منا لخلاق وہو فعل الربوامرہ فالر بصفاتہ وفعلہ وامرہ وکلامہ ہوالخالق الملکون غیر مخلوق وما کان بفعلہ وامرہ وتخلیقہ وتکوینہ فہو مفعول مخلوق مکون

(بخاری شریف ج 2 س 1110) مقصد امام الحدیثؒ کا یہ ہے کہ آسمان وزمین اور جملہ خلائق اللہ تعالیٰ کے فعل اور امر سے عالم تکوین میں آئی اس لئے یہ سب کچھ مخلوق قرار پائے پس رب تعالیٰ اپنی صفات اپنے فعل اپنے امر اور اپنے کلام کی رو سے خالق ہے غیر مخلوق پس وہ جس طرح خود غیر مخلوق ہے اسی طرح اسی کی صفات بھی غیر مخلوق ہے۔ اور امر و کلام اس کی صفات ہیں لہذا یہ غیر مخلوق ہیں اور تخلیق و تکوین کے نتائج ہیں جو کچھ عالم کون میں ہے وہ مخلوق ہے پس بقول علامہ ابن حجر شارع بخاری

ان ذاتہ وصفانہ غیر مخلوقة والقران صفتہ لہ ہو غیر مخلوق

(حوالہ مذکور کا حاشیہ) بے شک اللہ کی ذات جس طرح غیر مخلوق ہے یہ عقیدہ ہے امام بخاریؒ کا جس کی طرف مولانا مرحوم نے اشارہ فرمایا ہے۔ (از مولانا ظفر عالم صاحب میرٹھی صدر مدرس دار الحدیث مالیگاں)

حدیث بالا کے ماتحت فرقہ ناجیہ کی تشریح از قلم مولانا ابو تمیم محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

حضرات! فرقہ ناجیہ کا تصور و خیال ایک حدیث شریف سے اٹھتا ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ ایک فرقہ کے سوائے دیگر سب دوزخ میں جائیں گے۔ اس ایک فرقے کے قائم رکھنے میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ساری امت گمراہ نہ ہو جائے۔ اور دین محمدی ﷺ محرف نہ ہو جائے نیز یہ کہ اس فرقہ حقہ سے دوسروں پر حجت پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

فان اللہ طائفۃ من عبادہ لایضرہم من خذلہم حجۃ اللہ فی الارض

(حجۃ اللہ مصری جلد اول صفحہ 153) یعنی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک گروہ ہے جن کو وہ شخص جو ان کا ساتھ چھوڑ دے۔ کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور وہ زمین میں خدا کی حجت ہیں۔ اگلے دین اسی سبب سے محرف ہو گئے کہ اختلاف کے وقت ان میں کوئی فرقہ بھی سنن انبیاء پر قائم نہ رہا تھا۔ یہ امر اس شخص پر بہت آسان ہے۔ جو تاریخ یہود و نصاریٰ اور ان کی کتابوں کا مطالعہ گہری نظر سے کرے۔ اور ان کے باہمی اختلافات کو فکر سائب سے سوچے۔

یہ ایک فرقہ کونسا ہوگا۔ جن لوگوں کی آنکھ پر تحزب و تشیع کی پٹی بندھی ہے۔ وہ حقیقت کو نہ دیکھتے ہوئے یہ ہی زعم کریں گے۔ کہ بس وہ فرقہ ہمارا ہی ہے۔ باقی سب فی النار والسقر جیسا کہ اگلی امتوں کے اختلافات کی نسبت ان کے مذعومات کا ذکر کیا۔

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۵۳ سورۃ المومنون

یعنی انبیاءؑ کے بعد ان کی امتوں نے دین (واحد) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر فرقہ اپنے عندیہ پر نازاں ہو رہا ہے۔ لیکن قربان جائیں اس رسول پاک ﷺ پر کے آپ ﷺ نے اس فرقہ ناجیہ کی حقیقت پر کوئی پردہ نہیں رہنے دیا۔ اور اس کی تعین کے لئے ہمیں بھول بھلیوں میں نہیں چھوڑ گئے کہ ہر کوئی اپنے مذعومات و تخیلات و توہمات پر ڈینگیں مار سکے چنانچہ حدیث مذکور الفوق کا تتمہ یوں ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضرت! وہ فرقہ کون سا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ما انا علیہ و اصحابی یعنی جو اس طریق پر ہوں گے جس پر میں ہوں اور تم میرے اصحاب ہو۔

پیارے بھائیو! حدیث کے پہلے ٹکڑے یعنی اختلافات امت اور مختلف فرقے بن جانے کی تصدیق واقعات نے کر دی ہے۔ اور اب اس کے لئے کسی حالت منتظرہ کا انتظار باقی نہیں ہے تو گویا دوسرا ٹکڑا تعین مصداق کے سوا ہی رہے گا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ مخبر صادق کی خبر ایک تو درست اترے اور دوسری میں ہم ڈانواں ڈول رہیں۔ اب تعصب کی پٹی کھول کر ما انا علیہ و اصحابی کے مطابق اور تعامل صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے موافق ہوں اسے حق پر جانتے ہوئے اس میں شامل ہو جائیں۔ بس اللہ اللہ خیر سلانہ اس می کوئی آپ کو تردد نہ ہونا چاہیے۔ اس حقیقت کو مقدر کرنے کے لئے قرآن و حدیث کے نصوص میں بہت کچھ کھینچ تان کی گئی ہے۔ اور طرح طرح کی تاویلات بلکہ تحریفات سے کوشش کی گئی ہے۔ کہ اپنے مذعومات کو قرآن و حدیث سے ماخوذ بنایا جائے۔ لیکن حضرات مین یہ مضمون ایسے طریقے پر بیان کرتا ہوں۔ جس میں اپنے اپنے خیال کی پچ نہیں ہے۔ اور وہ فرقہ بندی کی قید سے آزاد ہے۔ حقیقت مطلوبہ کو نمایاں کرنے کے لئے ایک اور امر کی وضاحت ضروری ہے۔ جس پر اس کی بنیاد ہے۔ وہ یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ رہے گا۔ جو حق پر ہو کر لڑتا رہے گا۔ حتیٰ کے خدا کا حکم آجائے۔ اور وہ اسی حالت معنونہ پر ہوگا۔ اس وقت میرا استدلال حدیث کے الفاظ لاتذال سے ہے۔ کہ آپ ﷺ اپنی امت میں سے ایک جماعت کی ہر زمانے مین قائم رہنے کی بشارت سناتے ہیں۔ اس بناء پر ہم کو دیکھنا چاہیے کہ کس فرقے کا وجود بلحاظ عقائد و عملیات کے ہر زمانے میں پایا جاتا رہا ہے۔ یا یہ کسی روش کی آثار حوادث کی پامالی سے زمانے میں بھی نہیں مٹ سکے۔ سو معلوم ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری سال میں ایک یہودی نسل شخص عبداللہ بن سبا نے آپ ﷺ کے برخلاف سیاسی ایجی ٹیشن شروع کی جس سے سبائی جماعتیں بن گئیں۔ اور اس کا انجام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اور سبائی ان کے ساتھ ہو گئے۔ عثمانی حضرات حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لئے ان کے بالمقابل

کھڑے ہوگئے اور باقاعدہ صف آرائی سے جنگ شروع ہوگئی۔ جنگ صفین میں اس بات پر لڑائی تھم گئی کہ ایک منصف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اور ایک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقرر ہو جو کچھ وہ دونوں فیصلہ کریں وہ طرفین کو منظور کر لیا جائے۔ سبائی صلح نہیں چاہتے تھے کہ ایک بہانے سے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انسان کا حکم مانا ہے۔ اور خدا کو چھوڑ کر ان کا حکم ماننا شرک ہے۔ کوئی بارہ ہزار سبائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت سے خارج ہوگئے ان کا نام خارجی ہوا۔ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے۔ ان کے مقابلے ان کا نام شیعہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت پڑا۔ اس فتنہ عظیم کے وقت ایک بڑی جماعت غیر جانبدار رہی اور انہوں نے کسی طرف بھی حصہ نہ لیا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے ایسے موقع پر فتنہ میں حصہ نہ لینے کی بابت حکم دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اسی سیاسی فتنے نے ایک مذہبی صورت اختلاف پکڑلی اور ہر طرف کی عملی اور اعتقادی بدعات شروع ہوگئیں۔ جس طرح ایک کثیر جماعت نے سیاسی فتنے میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اور ہر طرح سے فتنے سے بچتے رہے تھے۔ اسی طرح ان بدعات کے وقت بھی ایک بھاری جماعت طرز اول او طرز قدیم پر قائم رہی۔ یعنی آپ ﷺ کے عہد میں اور اس فتنے سے پہلے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے وقت میں دین کی جو حالت تھی اس پر قائم رہیف اور ان کا نام اہل سنت ہوا اہل سنت ان اہل بدعت کی بدعی روایات کی قبولیت سے پرہیز کرتے رہے چنانچہ محمد بن سیرین تابعی کا قول ہے۔

فینظر الی اہل السنۃ فیوخذ حدیثہم و ینظر الی اہل البدع فال یوخذ حدیثہم

(مقدمہ صحیح مسلم) اس قول سے معلوم ہوا کہ امام ابن سیرین کے وقت تک ایک گروہ کا نام اہل سنت پڑچکا تھا۔ جن کی روایات قابل اعتبار سمجھی جاتی تھیں۔ امام ابن سیرین تابعی ہیں۔ اپنے وقت کے امام تھے۔ 33 ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے مشہور صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے روایت لی مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو سعید خدریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی وفات 77 سال میں ہوئی 9 شوال 110 ہجری کو ہوئی اس سے صاف ثابت ہے کہ اہل سنت نام پہلی صدی ہجری میں پڑچکا تھا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل سنت کا مذہب مذاہب اربعہ شافعی مالکی حنفی حنبلی میں منحصر ہے جو کوئی ان چاروں کی تقلید سے خارج ہو وہ اہل سنت سے خارج ہ ہے۔ صریحا غلط ہے کیونکہ پہلی صدی میں ان چاروں مذاہب کا وجود ہر گز نہیں تھا۔ کیونکہ حنفی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ 80 میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اور 150 ھ میں بغداد میں قید خانہ میں ظلما زہر سے شہید کیئے گئے اور مالکی امام مالک کی طرف منسوب ہیں۔ آپ 93 ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اور اسی پاک زمین میں 179ء میں فوت ہوئے۔ اور شافعی امام محمد بن ادریس شافعی کی طرف منسوب ہیں۔ اور آپ 150 ھ میں پیدا ہوئے۔ اور 23 ھ میں مصر میں فوت ہوئے اور حنبلی امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں۔ آپ 164 ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں ہی 241 ھ میں فوت ہوئے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ پہلی صدی ہجری میں مذاہب اربعہ کا وجود ہی نہیں تھا۔ تو ان کی تقلید کہاں تھی۔ کہ جو شخص ان کی تقلید سے خارج ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ معاذاللہ۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تابعین اہل سنت نہیں تھے۔ اور یہ کہ ان سے پیشتر جس قدر آئمہ اہل سنت نہیں تھے۔ یہ کیسی غلط اور بے معنی بات ہے۔ کہ آئمہ اہل سنت اہل سنت نہ تھے۔ ان آئمہ اربعہ سے پیشتر ہی مشہور مروج ہوچکا ہے۔ اب نفی کے کیا معنی۔

نیز یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم قال عمران فلا ادري اذکر بعد قرنہ مرتین او ثلاثا

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے۔ حضرت عمران صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا۔ کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے زکر کے بعد دو دفعہ دو زمانوں کا زکر کیا ہے۔ تین دفعہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تابعین و اتباع تابعین بہترین امت ہیں۔ اور انہی کو قرون ثلاثہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ آپ ﷺ نے ان کی خیریت کی شہادت دی ہے۔ اس لئے انھیں مشہود لھا بالخیر کہتے ہیں۔ ان تین زمانوں کی حدیں بھی سن لیجئے۔ پیارے بھائیو! کہ میں کوئی بھی بات اپنی طرف سے نہیں کہتا جو کچھ کہتا ہوں صحیح کتابی حوالے سے کہتا ہوں۔ اور اللہ کے فضل سے وہ بات ہوتی بھی حق اور درست ہے۔ واقعہ و عقل دین میں مقبول ہے۔

1۔ آپ ﷺ کا زمانہ 11ھ سے تک رہا یعنی آپ ﷺ کی وفات 11ھ میں ہوئی۔

2۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا زمانہ 110ھ تک رہا کیونکہ آخری صحابی ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 110ھ میں فوت ہوئے۔

3۔ تابعین کا زمانہ 180ھ تک رہا۔

4۔ اتباع تابعین کا زمانہ 220ھ تک رہا۔

نوٹ۔ ان زمانوں کی مذکورہ بالا تحدید فتح الباری (ج14 ص353) اور تدریب الراوی (ص209 اور215ھ) میں مذکور ہے اس سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ قرون خیار کی معیاد180ھ تک یا زیادہ سے زیادہ 220ھ تک ہے اور بہر چار مذہب کی تقلید اس معیاد تک نہیں تھی۔ کیونکہ چوتھے امام احمدؒ کی وفات 241ھ میں ہوئی ہے۔ اور یہ کوئی نہں کہہ سکتا کہ امام احمد کی تقلید ان کی زندگی میں واجبا کی جاتی تھی۔ پس جس طریق پر قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر گزرے وحی طریقہ حق اور موجب نجات ہے اور وہ کیا تھا بغیر کھینچتان کے اور بغیر کسی خاص شخص کی تقلید کے قرآن وحدیث پر عمل کرنا چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

اعلم ان الناس کانۃ اقبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علا التقلید الخالص لمذہب واحد بعینہ

(حجۃ اللہ مطبوعہ مصر ج1 ص152) اس بات کو جانے رکھو کہ امت محمدیہ کے لوگ چوتھی صدی (ہجری) سے پیشتر بعینہ کسی کا ص مذہب کی تقلید پر جمع نہیں تھے،۔ ان تاریخی حوالوں کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل حدیث کو اہل سنت کا مصداق قرار دینا میرا اپنا اختراع نہین ہے۔ بلکہ آئمہ محدثین نے انھیں کو قرار دیتے ہوئے چنانچہ امام ترمذی حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔

قال محمد بن اسماعیل (البخاري) قال علی بن المدینی ہم اصحاب الحدیث

(ترمذی ج2 ص42) امام بخاریؒ نے کہا کہ (میرے استاز) علی بن مدینی نے کہا کہ وہ اصحاب حدیث میں اسی طرح حافظ ابن حجر حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

اخرج الحاکم فی علوم الحدیث بسند صحیح عن احمد ان لم یکونوا اہل الحدیث فلا ادري من ہم

امام حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں امام احمد سے بسند صحیح نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اگر ان سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں۔

اور حضرت پیران پیر صاحب فرقہ ناجیہ کے زکر میں فرماتے ہیں ہ ان کا نام تو بس اصحاب الحدیث اور اہل سنت ہی ہے۔ (غنیہ ص212 مترجم فارسی)

اسی طرح امام ابن حزم قرطبی فرماتے ہیں۔

واہل السنۃ الذین یذکرہم اہل الحق ومن وراء ہم قابل الباطل فانہم الصحابۃ وکل من سلک تہجم من خیار التابعین ثم اصحاب الحدیث ومن التبعہم من الفقہاء جیلا مجیلا الی یومنا ہذا ومن القتدي بہم من العوام فی شرق الارض وغرابہا

اور اہل سنت جن کو ہم اہل حق کے نام سے یاد کریں گے اور ان کے سوا کو اہل باطل کہیں گے پس تحقیق واہل سنت تو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اور نیک تابعین میں سے ہر وہ جوان کی پیروی کرے۔ پھر ان کے بعد اصحاب حدیث ہیں۔ اور ہمارے اس زمانے تک جس قدر فقہاء کے بعد دیگرے جو بھی ان کے پیرو ہوئے دنیا کے مشرق مغرب تک وہ سب عوام بھی جنھون نے ان کی پیروی کی ان سب پر خدا کی رحمت ہو۔ اس حوالہ سے معلوم ہوگیا کہ لفظ اہل سنت کے پورے مستحق اہل حدیث ہی ہیں اور انہی کی بابت

آپ ﷺ کی نجات کی بشارت سنا رہے ہیں۔ الحمد للہ

دفع دخل

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے۔ یہ بات بلکل غلط ہے اور تاریخی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ ہم فقہ کی ایک معتبر اور مشہور کتاب کے حوالہ سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث اللہ کے فضل سے قدیمی گروہ ہے۔ بلکہ ان چاروں مذاہب کے قائم ہونے سے بھی پہلے کی ہے۔ چنانچہ شامی درمختار میں ہے۔

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذہبا فیقرء خلف الامام ویرفع یدیہ عند الانحناء و نحو ذالک فاجابہ فزوجہ

(شامی جلد 4 آص 293) حکایت کی گئی ہے۔ کہ قاضی ابو بکر زجانی کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس (اہل حدیث) نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ (حنفی اپنا) مذہب چھوڑ دے۔ اور امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع جاتے وقت رفع الیدین کیا کرے۔ مثل اس کے اہل حدیث کے دوسرے کام بھی کیا کرے۔ پس اس (حنفی) نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس (اہل حدیث) نے اپنی لڑکی اس کے نکاح م میں دے دی۔ اب قاضی ابو بکر جوزجانی کا زمانہ دیکھنا چاہیے کہ کونسا زمانہ ہے آپ تیسری صدی کے قاضی ہیں اور ابو سلمان کے شاگرد ہیں۔ اور بلاواسطہ امام محمد کے شاگرد تھے۔ (الفوائد البہیہ ص 12) اس حوالے سے صاف ظاہر ہوا کہ تیسری صدی میں بھی مستقل ایک گروہ موجود تھا جن کو لوگ اصحاب الحدیث یا اہل حدیث پکارتے تھے۔ اور ان کے امتیازی مسائل میں سے قراءت فاتحہ خلف الامام۔ اور رکوع جاتے وقت رفع الیدین بھی تھے۔ کیا اس میں بھی انہی مسائل کی وجہ سے اہل حدیث سے عداوت نہیں کی جاتی جس کے جواب میں ہماری طرف سے صرف یہی مظلومانہ آواز ہے۔

کمش بہ تیغ ستم والہان سنت را

نکروہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 11 ص 164-172